عدم برداشت کا قومی و بین الاقوامی رجحان اور تعلیماتِ نبوی ﷺ (۳)

تحریر : پروفیسر عبدالماجد، مانسہرہ

۷ مذہبی رواداری اور تعلیماتِ نبویؐ

اسلام کے خلاف مغرب کے بے جا پروپیگنڈے اور خوف کے بیان کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی اسلام کی تعلیمات پیش کر دی جائیں جو دوسرے مذاہب اور اس کے ماننے والوں کو برداشت کرنے کے حوالے سے ہیں۔

معاشرے میں فتنہ و فساد اور بگاڑ و انتشار کی ایک بڑی وجہ تنگ نظری اور تعصب ہے جبکہ حضور ﷺ نے جو تعلیمات دی ہیں وہ مذہبی تعصب اور تنگ نظری کو ختم کر کے معاشرے کی تشکیل رواداری کے اصولوں پر کرتی ہیں۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ اقوامِ عالم کے لئے رحمت بن کر آئے تھے اور اسلام بھی تمام قوموں کے لئے رحمت ہے اس لئے مذہب کے حوالے سے حضور ﷺ کی تعلیمات بڑی وسعت پر مبنی ہیں۔ آپؐ سے قبل دین کے باب میں قطعاً آزادی نہ تھی، بلکہ مذہب تبدیل کرنے کے لئے بڑی سختی برتی جاتی تھی۔ علامہ فرید وجدی نے لکھا ہے :

> ”مذہب کے قبول کرنے پر مجبور کرنے میں بے رحمی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جو لوگ انکار کرتے تھے وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے حوالے کئے جاتے، پھاڑنے والے حیوانات کے آگے ڈالے جاتے تھے یا ان کی دونوں ٹانگیں دو گھوڑوں کے پاؤں میں باندھ کر ان کو مختلف سمتوں میں چھوڑ دیتے تھے، تانبہ پگھلا کر ان پر ڈالتے تھے یا ان کو ہلکی آگ پر کئی روز تک جلایا جاتا، یہاں تک کہ ان کے بدن کی چربی پگھل پگھل کر بہہ جاتی“۔ (۱۷)

جبکہ اسلام کی مذہبی رواداری کا ذکر گوبینو (Gobineau) نے ان الفاظ میں کیا ہے :

> ”اگر ہم مذہبی اصولوں سے سیاسی ضروریات کو الگ کر دیں جنھوں نے مذہب

کے نام پر زبان اور ہاتھ سے کام لیا تو کوئی مذہب اسلام کی مثل روادار اور صلح کل نہیں ملے گا' جس نے دوسروں کو اس قدر مذہبی آزادی دی ہو' بلکہ ان کے دین و ایمان سے کوئی سرو کار نہ رکھا ہو . . . . رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے"۔ (۷۲)

اسلام دنیا کا واحد دین ہے جس نے آکر اعلان کیا کہ مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں ﴿ لَاۤ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ﴾ (البقرۃ : ۲۵۶) کیونکہ ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ اس لئے جو چاہے اسے قبول کرے اور جو چاہے انکار کرے ﴿ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ﴾ (الکھف : ۲۹) اسلام نے دیگر مذاہب کے ساتھ پُرامن بقائے باہمی کا رشتہ قائم کرنے کے لئے اہل کتاب کو آگے بڑھنے کی دعوت یوں دی : ﴿ یٰاَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ ﴾ (آل عمران : ۶۴) "اے اہلِ کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے تمہارے درمیان مشترک ہو (اور ہم امن کے ساتھ باہم مل جل کر رہیں)"۔ بنیادی تعلیم کے ساتھ مذہب کی مختلف شکلوں میں رواداری برتنے کا حکم دیا ﴿ لِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا هُمْ نَاسِکُوْهُ فَلَا یُنَازِعُنَّكَ فِی الْاَمْرِ ﴾ (الحج : ۶۷) "ہر اُمّت کے لئے ہم نے عبادت کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے جس پر وہ چلتی ہے' سو اس معاملے میں لوگ آپ سے جھگڑا نہ کریں"۔ ﴿ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً... ﴾ (المائدۃ : ۴۸) "ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور راہ عمل مقرر کیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا"۔

دوسرے مذہب کے پیشواؤں اور بزرگوں کو برا کہنے سے منع کیا گیا (الانعام : ۱۰۸) اور دوسرے مذاہب کے پیرو کاروں کو یہاں تک کہہ دیا کہ "اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی' ہمارے اعمال ہمارے ساتھ اور ہم ان پر جواب دہ ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ اور تم خود ان پر جواب دہ ہو۔ ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں اور تمہارا ہمارے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں' اللہ تمہیں اور ہمیں اکٹھا کرے گا۔" (الشوریٰ : ۱۵)

"تمہارے لئے تمہارا دین اور ہمارے لئے ہمارا دین ہے"۔ (الکافرون : ۶)

ان تمام آیات سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سابقہ شریعتیں اصلی شکل میں موجود ہیں یا اب بھی قابلِ عمل ہیں' بلکہ ان آیات میں یہ بتایا جارہا ہے کہ آپؐ راہ راست پر ہیں' آپؐ (مع مسلمانوں کے) اپنی شریعت کا اتباع کرتے ہوئے دوسروں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کریں' دوسرے مذاہب کو برداشت کریں۔ تاہم اسلام دنیا میں باطل کا اقتدار ہرگز گوارا نہیں کرتا' بلکہ دنیا سے باطل کا ظلم و جور پر مبنی نظام ختم کرکے اہل عالم کو عدل و قسط پر مبنی نظام عطا کرتا ہے۔ نظام کی تبدیلی کے بعد بھی جو لوگ اپنے مذاہب پر قائم رہنا چاہیں انہیں اس کی آزادی ہے۔ ان کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے گی' اس سے آگے بڑھ کر ان کو زبردستی اسلام میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ کئی آیات میں رسول اللہ ﷺ کو صاف حکم دیا گیا : ﴿ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ﴾ (الشوریٰ : ۴۸) "آپؐ کا فرض صرف پیغام پہنچا دینا ہے"۔ ﴿ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴾ (الشوریٰ : ۶) "آپؐ ان پر کارساز نہیں" ﴿ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ﴾ (ق : ۴۵) "آپؐ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں"۔ ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ○ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ○ ﴾ (الغاشیہ : ۲۱' ۲۲) "آپؐ صرف ان کو نصیحت کرنے والے ہیں' ان پر داروغہ نہیں" (کہ زور سے ان کو ہدایت دیں)۔ ﴿ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ ﴾ (یونس : ۹۹) "کیا اے پیغمبرؐ آپؐ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں"۔

اسلامی ریاست میں دوسرے مذاہب' ان کے مذہبی پیشواؤں اور عبادت خانوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

لَا يُهْدَمُ لَهُمْ بِيْعَةٌ وَلَا يُمْنَعُوْنَ مِنْ ضَرْبِ النَّوَاقِيْسِ اِلَّا فِيْ اَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ وَلَا مِنْ اِخْرَاجِ الصُّلْبَانِ فِيْ يَوْمِ عِيْدِهِمْ (۴۳)

یعنی "یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانے نہ گرائے جائیں' یہ لوگ ناقوس بجانے سے نہ روکے جائیں' البتہ نماز کے اوقات مستثنیٰ رہیں گے' اور اپنی عید کے دن صلیب نکالنے سے نہ روکے جائیں"۔ مزید برآں کسی پادری کو اس کے موقف سے' کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے' کسی کاہن کو اس کی کہانت سے نہ ہٹایا جائے اور کسی پر

کسی قسم کی سختی نہ کی جائے۔[۷۴] ۱۷۱ھ میں خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ حکومت میں منہدم شدہ گرجوں کی تعمیر اس وقت کے سرکردہ علماء لیث بن سعد اور عبداللہ ابن لہیعہ وغیرہ کے مشورے سے ہوئی۔[۷۵] ابو عبیدہ نے کئی ملکوں کے تذکرے کے بعد لکھا ہے کہ ان کے باشندے اپنے اپنے مذہب اور شریعتوں پر باقی رکھے گئے تھے۔ فقہ اسلامی میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان غیر مسلموں کے خنزیر یا شراب کو ضائع کردے تو اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی[۷۶]۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں اسلام میں حرام ہیں۔

ہر مذہب کے ماننے والوں کو پرسنل لاء اور کلچر میں آزادی دی گئی ہے۔ هُمْ اَحْرَارٌ فِيْ شَهَادَاتِهِمْ وَمَنَاكِحَاتِهِمْ وَمَوَارِيْثِهِمْ وَجَمِيْعِ اَحْكَامِهِمْ[۷۷]۔ یعنی یہ لوگ اپنی شہادت کے احکام' نکاح کے معاملات' وراثت کے قوانین اور دوسرے تمام پرسنل لاء میں آزاد ہوں گے۔ وَلَا يَحَالُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ شَرَائِعِهِمْ ان کے اور ان کی شریعتوں کے درمیان حائل نہ بنا جائے[۷۸] اور ان کے دین میں کسی قسم کی زبردستی نہ کی جائے۔[۷۹]

شام کی فتح کے پندرہ سال بعد حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک پادری نے اپنے دوست کے نام ایک خط میں لکھا "یہ طائی (عرب) جنہیں خدا نے آج کل حکومت عطا فرمائی ہے اور وہ ہمارے مالک بن بیٹھے ہیں لیکن وہ عیسائی مذہب سے بالکل برسرپیکار نہیں' بلکہ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں"۔[۸۰]

ان تمام تصریحات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے دوسرے مذاہب کو جس قدر آزادی اور سہولتیں دی ہیں اور جس حد تک برداشت کیا ہے اس کا عشر عشیر بھی اس وقت کی کہلائی جانے والی مہذب قوموں کو حاصل نہیں۔

۸ تعلیماتِ صبرو برداشت ـــــ غیر مسلموں کے بارے میں

اسلام کی تعلیماتِ صبرو برداشت کا نتیجہ تھا کہ عباسیہ اور دیگر مسلمان حکمرانوں کے عہد میں مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ پُرامن طریقہ سے مل جل کر رہے اور کبھی بھی مذہبی

اور تہذیبی ٹکراؤ کی نوبت نہیں آئی۔ لیکن اِس وقت امریکہ اور دیگر مغربی اقوام کی غلط پالیسیوں اور اسلامی ممالک میں ان کی بے جامداخلت کی وجہ سے بعض جگہوں پر مسلمان رّدِعمل کا شکار ہو کر مختلف قسم کی تخریبی سرگرمیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے مغربی میڈیا اور مفکرین (مغرب) بے جاطور پر انہیں دہشت گرد اور انتہا پسند قرار دیتے ہیں' حالانکہ ان تمام تخریبی کارروائیوں کے اصل ذمہ دار خود امریکہ اور اس کے حواری ہیں (جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا) یہاں صرف یہ بتانا ضروری ہے کہ اسلام مسلمانوں کو ممکن حد تک عدل و انصاف کا دامن مضبوطی سے تھامنے کا حکم کرتا ہے اور کسی قوم کی دشمنی میں بھی اُس پر ظلم اور ناانصافی کی ہر شکل کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ امریکہ اور دیگر یورپی ممالک اگر اسلامی ممالک میں مظالم ڈھاتے ہیں تو تمام اسلامی ممالک کا فرض ہے کہ اجتماعی طور پر انہیں ایسا کرنے سے روکیں۔ لیکن اسلام کسی فرد یا گروہ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کی جان و مال اور ان کے سفارت خانوں یا معابد کو نقصان پہنچائے۔ کیونکہ فقہ کی اصطلاح میں ایسے تمام لوگ (۸۱) مستامن کہلاتے ہیں اور ان کی حفاظت ضروری ہے جو پاسپورٹ یا ویزا لے کر کسی دینی یا دنیاوی مقصد کے لئے عارضی طور پر اسلامی ممالک میں قیام پذیر ہوں ایسے اشخاص کی جان و مال اور عزت و آبرو مسلمانوں کے لئے ایک امانت ہے جس کی حفاظت ضروری ہے۔ اب یہی شخص مستقل طور پر رہنے کا فیصلہ کرلے تو اس کی حیثیت ذمی کی ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے مستامن اور ذمی کے حقوق کی بڑی تاکید کی ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان غیر مسلموں میں سے کسی کو قتل کر ڈالے تو ثبوت کے بعد قصاص میں اس مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس طرح معاہد (مستامن یا ذمی) کے قتل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بڑے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ فرمایا :

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ یَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِیْحَهَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ اَرْبَعِیْنَ عَامًا)) (۸۲)

"جس نے کسی غیر مسلم معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا' حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوگی"۔

دوسری روایت میں ہے کہ : ”جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا' یا اس کے حقوق میں کمی کی' یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر دباؤ ڈالا یا اس کی مرضی کے خلاف اس سے کوئی چیز لی تو قیامت کے دن میں خود اس کے خلاف مستغیث بنوں گا“۔ (۸۳)

اسی طرح وہ مسلمان جو دوسرے اسلامی یا غیر اسلامی ممالک میں تجارت یا سفارت یا دوسری اغراض سے عارضی طور پر جائے وہ بھی معاہد ہے۔ اور جس طرح وہ اسلامی ملک میں تمام اسلامی حدود و قوانین کا پابند رہے گا اسی طرح سے باہر بھی پابند رہے گا۔ اور وہ نہ تو کسی شہری کی عزّت و آبرو اور جان سے کھیل سکتا ہے اور نہ ہی اس ملک یا اس کے شہریوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی دھوکہ دہی سے کوئی مال حاصل کر سکتا ہے۔ اصول یہ ہے :

اَلْمُسْلِمُ مُلْتَزِمٌ بِاَحْکَامِ الْاِسْلَامِ حَیْثُ مَا کَانَ (۸۴)

”مسلمان جہاں بھی رہے گا اسے اسلامی احکام کا پابند رہنا ہو گا“۔

اور

((حُرِمَ تَعَرُّضُهٗ بِشَیْءٍ مِنْ دَمِهٖ وَمَالِهٖ)) (۸۵)

”اور اس کے اوپر کسی کے مال اور جان پر تعرض حرام ہے“۔

اور حضور ﷺ نے ایک مؤمن کی پہچان یہ بتائی :

((اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ)) (۸۶)

”مؤمن وہ ہے جس سے لوگ اپنے جان و مال کے بارے میں مامون اور بے خوف ہوں“۔

تمام علماء غیر مسلموں کے بارے میں متفقہ طور پر لکھتے ہیں :

وَیَجِبُ کَفُّ الْاَذٰی وَتَحْرِیْمُ غِیْبَتِهٖ کَالْمُسْلِمِ (۸۷)

”مسلمان کی طرح غیر مسلم کو تکلیف سے بچانا واجب ہے۔ اور اس کی غیبت اسی طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کی غیبت“۔

یہ ہیں وہ تعلیمات جو رحمۃٌ للعالمین حضرت محمد ﷺ نے انسانیت کو عطا فرمائیں' جن پر عمل پیرا ہو کر تمام انسان مذہب و مسلک کے اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کو

برداشت کر کے ایک کنبہ کی حیثیت اختیار کر سکتے تھے اور یہ دنیا امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکتی تھی۔ لیکن ناس ہو مغربی تہذیب کا جس نے اگرچہ انسانوں کو بے انتہا سہولتوں سے بہرہ مند کیا لیکن اس نے خدائے واحد پر ایمان ویقین کو چھین کر انسان کے ذہن کو محدود کر دیا۔ اور یوں وہ صرف اپنی قوم اور اپنے ملک کے فائدے کے لئے تو سوچتا رہا لیکن اس کی سوچ عالمی نہ بن سکی۔

اس محدود سوچ کے نتیجے میں اس نے ایسا نظام وضع کیا جس نے انسان کی سوچ میں آفاقیت کی بجائے محدودیت اور وسیع النظری کی بجائے تنگ نظری پیدا کی۔ اور یوں انسان ایک دفعہ پھر ﴿ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ ﴾ کے مصداق آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ گیا۔

اس بات کا اعتراف تمام عقلاء بالخصوص غیر متعصب عقلائے مغرب نے کیا ہے، مثلاً برناڈ شا، کارلائل، گبن، ہیٹی اور ڈریپر وغیرہ ——— یہ اعتراف اس بات کا ثبوت ہے کہ واقعی بے خدا مغربی نظام انسان کو تباہ کر ڈالے گا اگر اس کی جگہ متبادل اسلامی نظام حیات کو نہ لایا گیا۔

آیئے ذرا تفصیل میں جا کر دیکھتے ہیں کہ اس وقت لادینی نظام نے کس طرح انسانیت کو تباہی وبربادی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے اور اس سے نجات کس طرح ممکن ہے۔

۹ بین الاقوامی سطح پر عدم برداشت اور تشدّد کی وجوہات اور ان کا حل

عالمی سطح پر سرد جنگ کے خاتمے اور امریکہ کے دنیا کی واحد سپریم پاور بننے کے بعد اس کے مفکرین نے دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اب دنیا کے لئے صرف مغربی لادینی سرمایہ دارانہ جمہوری نظام (Western Secular Capitalistic Democratic System) ہی بہترین نظام ہے۔ اسے فرانسس فوکویاما[۸۸] نے "The End of History" (تاریخ کے اختتام) کا نام دیا۔ لیکن دوسری طرف جب انہوں نے دیکھا کہ اسلام امریکہ اور دیگر یورپی ممالک میں تیزی سے پھیل رہا ہے اور اسلامی ممالک میں نفاذِ اسلام کی تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں تب انہیں اسلام سے خطرہ

محسوس ہوا اور مغربی دانش وروں نے ایک نیا شوشہ چھوڑا کہ مغربی تہذیب کو سوشلزم وغیرہ سے تو خطرہ نہیں رہا، لیکن ایک ایسی تہذیب ہے جو مستقبل میں اس کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتی ہے اور وہ اسلامی تہذیب ہے۔

اس خیال کو سیموئیل پی ہنٹنگٹن نے "Clash of Civilizations"[۸۹] کا نام دیا۔ اور اسی طرح کے خطرے کا اظہار دیگر کئی مغربی دانش وروں نے کیا ہے۔

پیٹرک بوشانن (Patric Buchanen) نے کہا :

"*For a millenium, the struggle for mankind's destiny was between Christianity and Islam, in the 21st century it may be so again*"[۹۰]

یہی صاحب دوسری جگہ خطرے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں :

"*The muslim threat is global in nature as muslims in Europe, Soviet Union and America proliferate and prosper*"[۹۱]

ایک اور عیسائی دانشور یوں کہتا ہے :

"*Islam has become a new threat to the peace and progress of the world*"[۹۲]

فنانشیل ٹائم کے ایک مقالہ نگار نے "Will Islam Bury Us" کے عنوان سے اسلام سے اپنے خطرے کا اظہار کیا ہے[۹۳]۔ مغربی دانشور "اسلامی خطرے" کا اظہار مختلف جگہوں پر تشدد اور عدم برداشت کے اِکا دُکا واقعات کی وجہ سے کرتے ہیں (جن کا بعض مسلمان ارتکاب کرتے ہیں)۔ اور چند واقعات کی وجہ سے وہ سارے عالم اسلام کو بین الاقوامی خطرہ کہہ دیتے ہیں۔ اور بقول پروفیسر ایسپو سائٹو (Esposito)

"*The selective analysis fails to tell the whole story, to provide full contexts of muslim attitudes, events and actions, or fails to account for the diversity of muslim practice. While it sheds some light, it is a partial light that obscures or distorts the full picture*"[۹۴]

آگے وہ کہتا ہے کہ عالمِ اسلام کے بارے میں اس قسم کا عموم ہمارے علم کی بجائے ہماری جہالت میں اضافہ کرتا ہے :

"Selective and therefore biased analysis adds to our ignorance rather than our knowledge, narrows our perception rather than broadening our understanding" (۹۵)

حالانکہ اسلام یا اسلامی تہذیب ان کے لئے خطرہ نہیں' بلکہ ان کا اپنا دیا ہوا غلط استحصالی نظام مستقبل کے لئے خطرہ ہے' جس کی وجہ سے اس وقت بھی پوری دنیا معاشی بدحالی اور اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہے' جو کہ لازمی طور پر بدامنی اور فساد فی الارض کا باعث ہے۔ جس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

(۱) مغربی سرمایہ دارانہ استحصالی نظام کی بدولت اس وقت دنیا میں ایک ارب تیس کروڑ افراد ایسے ہیں جن کو روزانہ ایک ڈالر سے کم میں گزارا کرنا پڑتا ہے اور روزانہ 35000 افراد غذا کی کمی اور قابل علاج بیماریوں کے ہاتھوں دم توڑ دیتے ہیں۔ (۹۶)
اقوامِ متّحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت بیس فی صد امیر ترین افراد دنیا کی اسّی فی صد دولت' تجارت' سرمایہ کاری اور بچتوں پر قابض ہیں' جبکہ غریب ترین افراد صرف ایک فی صد تجارت' سرمایہ کاری اور بچتوں کے حامل ہیں۔ (۹۷)

(۲) وجہ یہ ہے کہ مغرب نے دنیا کے تمام ممالک بشمول اسلامی ممالک میں بے جا مداخلت کر کے ان کے معاشی اور معدنی وسائل پر قبضہ کیا ہے اور عالمی اقتصادی پالیسیوں کو آئی۔ ایم۔ ایف (I.M.F.)' ورلڈ بینک اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے ذریعے اپنے کنٹرول میں لیا اور عرب ممالک کے تیل اور دولت پر ناجائز قبضہ کیا۔

(۳) کویت اور سعودی عرب کی حفاظت کے نام پر اپنے ہزاروں فوجیوں کو عرب کی سرزمین پر رہنے کا جواز فراہم کیا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل کا ناسور پیدا کر کے مسلمانوں کے لئے ایک مستقل خطرہ کھڑا کر دیا اور پھر اپنے دوہرے معیار کے تحت اسرائیل وغیرہ کے لئے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور اقوامِ متحدہ کی قرار دادوں کے علی الرغم مراعات جاری رکھیں (۹۸)' جبکہ اسلامی ممالک میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے نام پر مداخلت کی اور ظالمانہ پابندیاں لگا کر اپنے خلاف نفرت اور غصے کے جذبات پیدا کئے۔ امریکہ کے عراق اور افغانستان پر حملوں نے

جلتی پر تیل کا کام کیا اور اپنے خلاف رائے عامہ کو مزید ہموار کیا۔

(۴) مغربی میڈیا اور اس کے دانشوروں نے مسلمانوں کو اشتعال انگیز ناموں (بنیاد پرست (Fundamentalist)' دہشت گرد (Terrorist)' جنونی (Fanatic)' انتہا پسند (Extremist) وغیرہ سے یاد کر کے اپنے خلاف مسلمانوں کے غُصّے کی لہر میں مزید اضافہ کیا۔ [۹۹]

(۵) اسی طرح امریکی کانگریس نے "مذہبی مواخذے سے آزادی" کے نام سے ایک بل منظور کر کے امریکی صدر کو دیگر ممالک میں بے جا مداخلت کا جواز فراہم کرنے کی کوشش کی۔ نتیجتاً ے ممالک میں مذہبی آزادی کی نگرانی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے نام پر مداخلت شروع کر دی [۱۰۰]' (جبکہ خود امریکہ میں انسانی حقوق کا حال تمام دنیا سے بدتر ہے [۱۰۱]۔ اور جرائم کی شرح تمام ممالک سے زیادہ ہے [۱۰۲]) ان تمام بے انصافیوں اور غلط پالیسیوں کی وجہ سے اگر غریب اقوام اور مسلمانوں کے اندر مغرب کے خلاف غصے اور نفرت کے جذبات پیدا ہوں اور عدم برداشت کا شکار ہو کر چند انتہائی اقدامات کے مرتکب ہوں تو ذمہ دار مغرب کا استحصالی نظام ہے نہ کہ غریب اقوام اور مسلمان۔ (اگرچہ اسلام ردعمل کی صورت میں بھی بے گناہ انسانوں کے قتل عام کی اجازت نہیں دیتا) [۱۰۳]

(۶) عدم برداشت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مغرب نے پہلے خود آسمانی ہدایت اور مذہبی اقدار و روایات سے انحراف کیا' پھر تمام انسانی معاشرے کو ان حدود و قیود سے آزادی کے پُرفریب نعرے کی آڑ میں انتشار اور فساد سے ہم کنار کیا اور جدید مواصلاتی سہولتوں سے اپنا اباحیت پسند کلچر دوسری اقوام پر مسلط کرنے کی کوشش کی۔ اور جب مسلمانوں کی طرف سے اس مغربی کلچر کے خلاف آواز اٹھی تو اسے مغرب نے رجعت اور قدامت پسندی کا نام دیا۔

مغرب کی مذکورہ بالا تمام غلط پالیسوں اور ہوسِ اقتدار کی بڑھتی ہوئی خواہش (Urge to dominate) اور میڈیا کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز ناموں اور پروپیگنڈے کے باوجود اگر اسلام مغربی ممالک میں دن بدن پھیل رہا ہے تو

اس سے خائف ہو کر کبھی اسے "Islamic Threat" کہتا اور کبھی "Clash of Civilizations" کا نام دینا کسی طرح درست نہیں' کیونکہ تہذیبی کشمکش اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی وجہ سے نہیں' بلکہ دنیا کے وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کا نتیجہ ہے۔ جیسے ایک مغربی مفکر لکھتا ہے :

> *"Clash of civilizations is not so much over Jesus Christ, Confucious or Prophet Muhammad as it is over the unequal distribution of world power, wealth and influence"*[۱۰۴]

اس وقت عدم برداشت اور فساد فی الارض کا اصل ذمہ دار آسمانی ہدایت سے محروم مغربی نظام ہے جسے مغرب نے غلطی سے بہترین نظام کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی اور اسے (The end of History) کا نام دے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ اب اس سے بہتر کوئی اور نظام دنیا کو نہیں دیا جا سکتا۔ حالانکہ یہ تاریخ کا اختتام نہیں' بلکہ تاریخ کے جدید آغاز کا وقت ہے[۱۰۵]۔ اور یہ اس وقت کی سب سے بڑی پکار ہے کہ عالمی وسائل' خزانہ اور دولت منصفانہ طور پر تقسیم ہوں' تاکہ پوری دنیا میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔ اگر یہ تقسیم پُرامن طریقے سے نہ ہوئی تو پھر ایک بہت بڑے تصادم کے بعد ہوگی جیسا کہ "Global sharing of power" کا مقالہ نگار رقم طراز ہے :

> *"The challenge of our time is wether a redistribution of power, which is a sine qua non (essential condition) of a stable world order can be based on some overriding principles and brought through peaceful means. If not, it will take place through a series of social, economic convulsion and politico-military conflicts."*[۱۰۶]

ان تمام حقائق کی روشنی میں ضرورت اس امر کی ہے کہ امریکہ اور دیگر مغربی اقوام اسلام کے امن و سلامتی والے نظام کو خطرہ تصور کرنے کی بجائے سمجھنے کی کوشش کریں اور دنیا میں جو فساد' انتشار اور بدامنی ہے اس کی اصل تہہ تک پہنچ کر اسے دور

کرنے کی کوشش کریں۔ اور جیسے اسلام نے اپنے ہزار سالہ دورِ اقتدار میں تمام مذاہب کو برداشت کیا' اسی طرح آج مغرب کو اسلام اور دیگر مذاہب اور تہذیبوں کو برداشت کرنے کی ضرورت ہے۔(۱۰۷)

لیکن یہ بات بظاہر مغرب سے بعید نظر آتی ہے۔ اس لئے آج اُمّتِ مسلمہ کو اپنی صفوں کے اندر اتحاد و اتفاق پیدا کر کے اپنے فرضِ منصبی کو پورا کرتے ہوئے دلائل و براہین سے تمام دنیا کو اسلام کی طرف دعوت دینے کی ضرورت ہے اور اسلام کے حوالے سے مغرب کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کا رد بھی ضروری ہے۔ مواصلاتی انقلاب اور دیگر جدید سہولتوں نے تمام دنیا کو ایک بستی (Global village) کی شکل دے کر دعوت کے اس کام کو مزید آسان بنادیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان ایمان و تقویٰ اور صبر و برداشت کی صفات سے آراستہ ہو کر تمام دنیا کے سامنے عملی طور پر اسلام کو پیش کریں۔ قائداعظم محمد علی جناح کے الفاظ میں :

> "ہمیں دنیا کے سامنے ایک ایسا نظام پیش کرنا چاہئے جو انسانی مساوات اور عدلِ عمرانی کے اسلامی تصورات پر مبنی ہو۔ صرف یہی وہ طریق ہے جس سے ہم اس فریضہ سے عہدہ برآ ہو سکیں گے جو ہم پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتا ہے اور ہم دنیا کو وہ پیغام دے سکیں گے جو اسے تباہیوں سے بچالے گا اور نوعِ انسانی کی بہبود و مسرت اور خوشحالی کا ضامن ہو سکے گا۔ یہ کام کسی اور نظام سے نہیں ہو سکتا"۔(۱۰۸)

تمت بالخیر

حواشی و حوالہ جات

(۷۱) المدینہ والاسلام بحوالہ انعام یافتہ مضامین۔ وزارت مذہبی امور ۱۹۸۷ء' ص ۴۱

(۷۲) پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ۔ دعوت اسلام' محکمہ اوقاف پنجاب' لاہور ۱۹۷۲ء' ص ۳۹۸

(۷۳) کتاب الخراج' امام ابو یوسف' ص ۱۴۳۔ بحوالہ اسلام اور جدید دور کے مسائل' مولانا تقی امینی' ص ۳۳۵

(۷۴) ایضاً

(۷۵) ایضاً

(۷۶) ردالمحتار' ج ۳' ص ۲۷۳۔ بحوالہ اسلامی ریاست میں ذمیوں کے حقوق۔ مولانا مودودی' ص ۱۶

(۷۷) الاموال' ص ۱۴۰۔ بحوالہ اسلام اور جدید دور کے مسائل' ص ۳۳۶

(۷۸) طبری۔ بحوالہ مذکورہ' ص ۳۳۷

(۷۹) ایضاً۔ حضور ﷺ کے دور میں کئی ایسے واقعات ہوئے جو اسلام کے دوسرے مذاہب کو برداشت کرنے کے واضح ثبوت ہیں۔ نجران کے عیسائیوں کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے بعد مسجد نبوی میں اپنے طریقے سے نماز ادا کرنا (ای صلوا صلاتھم) اور اس سے زیادہ برداشت اور رواداری کا کیا ثبوت ہوگا کہ آپؐ نے ثقیف کے بت پرست مشرکوں کے وفد کو مدینہ میں مسجد نبوی کے ایک گوشے میں خیمہ لگا کر ٹھہرایا' حالانکہ خیمہ کے لئے مدینہ میں جگہ کم نہ تھی۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ ناپاک ہیں۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا: ((لَيْسَ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ نَجَاسَتِهِمْ شَيْءٌ)) ان واقعات کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مناظر احسن گیلانی کی کتاب "مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ" ص ۱۰۰۔ ۱۰۳۔ ادارہ اسلامیات' لاہور۔

ان واقعات کے بعد سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ ٹوٹی ہوئی انسانیت کو اس کے آخری جوڑنے والے نے جوڑنے میں اپنی سرگرمیوں کو کہاں تک پہنچادیا۔ انسانیت کے سب سے بڑے بہی خواہ ایسے ہی ہو سکتے ہیں"۔

(۸۰) عہد نبوی کا نظام حکمرانی۔ بحوالہ اسلام اور جدید دور کے مسائل' ص ۳۳۷

(۸۱) مجیب اللہ ندوی۔ اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات' ص ۱۲۰

(۸۲) الحدیث' تفسیر ابن کثیر' ج ۲' ص ۱۹۳ ومن قتل معاهدا .... فقد اخفر بذمة الله فلا يرح رائحة الجنة .... ابن ماجة

(۸۳) ابوداؤد' کتاب الجہاد' بحوالہ الجہاد فی الاسلام' مولانا مودودی۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور' ص ۲۷۶

(۸۴) سرخسی' ج ۱۰' ص ۶۵ حوالہ نمبر ۸۱

(۸۵) ایضاً (سورۃ الممتحنۃ کی آیت نمبر ۸ سے بھی کفار کے ساتھ تعلقات کی حدود کا پتہ چلتا ہے۔) ملاحظہ ہو معارف القرآن' ج ۲' ص ۵۰' ۵۱

(۸۶) سنن الترمذی' ابواب الایمان' باب ۱۲ و سنن النسائی' باب صفة المؤمن۔

(۸۷) بحوالہ الجہاد فی الاسلام' ص ۲۸۹

(۸۸) فرانسس فوکویاما (Francis Fukuyama) جاپانی نژاد امریکی مؤرخ نے ۱۹۸۹ء میں امریکی جریدے The National Interest میں "The End of History" کے عنوان سے اپنا مقالہ تحریر کیا جس میں یہ دعویٰ کیا کہ بنی نوع انسان کا نظریاتی ارتقاء پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور اس لئے اب انسانی تاریخ بھی اپنے اتمام کو پہنچ چکی ہے۔ فوکویاما کے اپنے الفاظ میں: "ہمارے مشاہدے میں جو کچھ آ رہا ہے وہ محض سرد جنگ کا خاتمہ یا تاریخ کے کسی خاص دور کی رفت گزشت نہیں، بلکہ انسانی تاریخ کا اختتام ہے، یعنی انسان کے نظریاتی ارتقاء کا نقطۂ آخریں اور انسانی طرزِ حکومت کی آخری شکل کے طور پر مغربی جمہوریت کی جہانگیری" بحوالہ نکس کی کتاب "ورائے امن" ۱۹۹۴ء۔

اس مقالہ کی اہمیت کے پیش نظر جان۔ ٹی۔ روڈ نے اسے ۱۹۹۱ء میں اپنی کتاب "Taking Sides" کے مجموعہ مضامین میں شامل کرلیا جس سے اس مقالے کا بہت چرچا ہوا۔ چنانچہ مصنف نے ۱۹۹۲ء میں اس مقالہ کو ایک کتاب کی صورت میں "The End of History and the Last Man" کے نام سے شائع کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کتاب پر اب تک مختلف زبانوں میں ایک ہزار کے لگ بھگ مقالات شائع ہو چکے ہیں۔

ماخوذ از ماہنامہ میثاق۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء از مضمون چوہدری مظفر حسین (اکیڈمک اینڈ ایڈمنسٹریٹو ڈائریکٹر آل پاکستان ایجوکیشن کانگریس)

(۸۹) "Clash of Civilizations" تہذیبوں کا ٹکراؤ و تصادم۔ امریکی سیاسی مبصر اور مشیر "Samoel P. Huntington" نے ۱۹۹۳ء میں لکھا۔ جس پر دنیا میں بہت زیادہ بحث و تمحیص ہو رہی ہے۔ اس کے نزدیک اب دنیا میں قوموں اور ملکوں کا نہیں بلکہ تہذیبوں کا ٹکراؤ ہوگا۔ اس نے لکھا ہے کہ اس وقت دنیا میں آٹھ تہذیبیں موجود ہیں۔ ایک ہماری مغربی تہذیب اور سات دوسری۔ ان میں سے پانچ کو تو ہم آسانی سے اپنے اندر سمو سکتے ہیں اور انہیں ہضم کرسکتے ہیں، لیکن دو تہذیبیں ایسی ہیں کہ وہ ہمارے لئے لوہے کے چنے ثابت ہوں گی۔ ایک مسلم تہذیب اور دوسری کنفیوشس تہذیب، جس کی نمائندگی اس وقت چین کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نے مغرب کو دو مشورے دیئے جن پر عمل پیرا ہو کر ان دونوں تہذیبوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، ایک یہ کہ چین کو اسلامی ملکوں کے قریب نہ آنے دیا جائے، اور دوسرا مشورہ اس نے یہ دیا کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو ہوا دی جائے (جیسے کراچی میں فسادات اور دیگر مسلکی لڑائی اور شیعہ سنی تصادم)، اس لئے اگر ہم مغربی تہذیب کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو آپس کے اختلافات کو ختم کرنا ہوگا اور اتحاد و یک جہتی کا مظاہرہ

کرنا ہوگا۔

(۹۰) *Esposito, John, L; The Islamic Threat, Myth or Reality, Oxford University Press; Newyork, Oxford, 1992, P.175 (Mr. Esposito is Professor of Religion and International Affairs, Georgetown University, and Director of the Centre for Muslim - Christian Understanding.*

(۹۱) *Ibid*- ایضاً

(۹۲) *Walker, Alan; Address in "Islam and the challenges of the contemporary world" by Prof. Dr. Saeedullah Qazi, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of Peshawar, 1995, P. 191*

(۹۳) ملاحظہ ہو ہفت روزہ "ندا" ایڈیٹر اقتدار احمد - ۱۲ افغانی روڈ' سمن آباد' لاہور - ۳۱ جولائی ۱۹۹۰ء- اسی مضمون کے شروع میں لکھا ہے :

Muslim fundamentalism may will about to replace Russia Communism as the real threat to western stability"

(۹۴) ملاحظہ ہو حوالہ نمبر۹۰' ص ۱۷۳

(۹۵) ایضاً۔

(۹۶) ماہنامہ العصر نے ایمنسٹی انٹرنیشنل کے حوالہ سے یہ رپورٹ دی ہے۔ ایڈیٹر مفتی غلام الرحمٰن صاحب۔ جامعہ عثمانیہ' نوتھیہ روڈ' پشاور' جولائی / اگست ۱۹۹۸ء

(۹۷) اصل رپورٹ ملاحظہ ہو :

The richest 20 percent of human kind has control over 87.7 percent of world GDP, 84.2 percent of world trade, 85.5 percent of world domestic savings and 85.0 percent of world domestic ivestment. As against this, the poorest 20 percent of human kind controls merely 1.4 percent of owrld GDP, 0.9 percent of world trade, 0.9 percent of world saving and world investment. (UNDP'S Human development Report 1994 in Press Review, P.51, Feb. 1996, Vol.III.

(۹۸) *Esposito: The Islamic Threat, Myth or Reality, p.196 "It is indeed hypocritical for the U.S. to come to the aid of Kuwait while it remains silent about Israel's invasion and occupation of the West Bank, Gaza strip, Gofan Height,*

Lebanon ..... Israel is receiving $ 4 billion a year from the U.S.

(۹۹) *Ibid*

The American Government does not equate the actions of Jewish or christian extremist leaders or groups with Judaism or christianity as a whole.

لیکن چند واقعات کی وجہ سے وہ سارے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے برے نام دے دیتے ہیں جیسے

Criminal Culture Monolithic, Violent, aggressive religion

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اکبر ایس احمد کی کتاب *Living Islam, p.236* اور حوالہ نمبر ۹۲ کا صفحہ ۱۹۲' ۱۹۳ (انقلابِ طالبان کے بعد مغرب کیلئے مزید خطرہ پیدا ہو چکا ہے)

(۱۰۰) ملاحظہ ہو : سہ ماہی الشریعہ ایڈیٹر مولانا زاہد الراشدی۔ مرکزی جامع مسجد 'گوجرانوالہ اکتوبر ۱۹۹۸ء ص ۴۳

(۱۰۱) ملاحظہ ہو : حواشی حوالہ نمبر ۱۲' ۱۳

(۱۰۲) ملاحظہ ہو : مقالات سیرت ۱۹۹۵ء 'پیش کردہ وزارت مذہبی امور' اسلام آباد۔ ص ۶۴' ۶۵

(۱۰۳) (خصوصاً کسی جگہ) بم دھماکوں کی تو کسی صورت میں گنجائش نہیں ملتی کیونکہ اس طرح جہاں ایک طرف کسی ملک یا قوم کے مخصوص افراد جنہیں ٹارگٹ کیا جا رہا ہے وہ مرتے ہیں تو دوسری طرف کئی بے گناہ افراد اور بچے اور عورتیں بھی نشانہ بنتی ہیں جو کہ کسی صورت میں جائز نہیں۔ لیکن مغربی میڈیا کی یہ بات بھی بالکل غلط ہے کہ جو واقعہ بھی ہو اس کے لئے مسلمانوں کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے کیونکہ دہشت گردی اور تخریب کاری کے کئی واقعات کے پیچھے غیر ملکی ایجنسیوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔

(۱۰۴) *Satish Kumar: "Global Sharing of Power" in Press Review Defence and Media Publications, Rawalpindi, Feb. 1996, p.52*

(۱۰۵) *Sakákibara: The end of progressivism, A search for new goals "During the Cold war, two versions of progressivisism suppressed the most important process of history, interaction of accommodation between diverse civilizations. After some 50 years, the normal process of history has started to move again. What we are witnessing is not the end*

of history but a fresh start." p.30 (Press Review)

(۱۰۶) دیکھئے حوالہ نمبر ۱۰۴ کا ص ۵۰

(۱۰۷) دوسروں کو برداشت کئے بغیر یہ دنیا امن و امان سے ہم کنار نہیں ہو سکتی کیونکہ

"A universal society can only function if individual societies accept adequate standards of tolerance" Gohsalves Essay on "Changing world = New centres of Power" Press Review Feb. 96, p.47

اسی طرح "Ruch" کے الفاظ میں

"A tolerance for legitimate differences must be achieved if conflicts between nations are to be avoided. Fortunately, man is not committed by biological nature to make war. Psychologists believe that he can learn to make peace (Psychology and Life by F.L. Ruch. p.682

ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ امن و امان قائم کرنے کے لئے صبر و برداشت پر عمل پیرا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اور وہ اُسی ربّ العالمین کی تعلیمات سے ممکن ہے جو تمام انسانوں کو "دارالسلام" کی طرف بلاتا ہے۔ واللّٰہ یدعوا الی دار السلام "اللہ تمام انسانوں کو سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔" اس پکار پر لبیک کہنا آج صرف مسلمانوں کا فرض نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لئے ضروری ہے (کیونکہ وہ سب کا رب ہے)۔ اگر وہ اس کرۂ ارض کو تباہی و بربادی سے بچانا چاہتے ہیں تو انہیں اللہ ربّ العالمین کی پکار پر لبیک کہنا ہوگا۔

(۱۰۸) سٹیٹ بینک کی افتتاحی تقریب سے خطاب۔ جولائی ۱۹۴۸ء

ماخوذ از ماہنامہ "تعمیر انسانیت"۔ ۴۰ نسبت روڈ لاہور، دسمبر ۱۹۸۹ء، ص ۳

انتساب: حضور اکرم ﷺ کی ان تعلیمات کے نام جنہوں نے کئی بار میرے ہارتے ہوئے حوصلے کو صبر و برداشت کا سبق سکھایا اور یوں بڑی صبر آزما محنت کے بعد یہ مقالہ مکمل ہوا۔ اللّٰھم تقبل منی

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔